ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2
2024

توہینِ رسالت: الزامات اور انطباقات میں کوتاہی ایک تحقیقی مطالعہ

Muhammad Iqbal
M. Phil Scholar, Department of Islamic Studies, BUKC, Karachi
miqbalksf@gmail.com

Muhammad Ayaz
Ph. D Scholar, Department of Political Science, University of karachi. karachi
Ayazmuhammad691@gmail.com

Muhammad Amjad
Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, AWKU, Mardan
amjadbajaur191@gmail.com

Hadiya Bashir
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore
hadiya7140@gmail.com

Abstract

Blasphemy remains a contentious and highly debated issue in contemporary society, drawing widespread attention and controversy. Incidents of blasphemy often trigger extensive debates surrounding Section 295-C of Pakistani law and our societal attitudes towards this sensitive subject. This controversy is exacerbated by those who, under the guise of absolute freedom of expression, assert their right to insult religion and sacred entities. Such actions often stem from ignorance and a lack of understanding of religious principles, making the issue even more contentious. This study seeks to explore the concept of blasphemy and examine the perspectives of jurists regarding its punishment. Additionally, it investigates how the teachings of religion and the life of the Prophet Muhammad (PBUH) can guide us in avoiding misguided approaches to this issue. The study also aims to uncover the internal and external elements that conspire to insult religious sanctities . Two primary aspects of negligence are identified: the misuse of the law, often driven by malice, and ignorance among the populace, where individuals are falsely accused and subsequently harmed or killed. This paper focuses on the latter aspect, discussing false accusations arising from ignorance. It contextualizes this discussion with examples from the Sirat-un-Nabi (the life of the Prophet Muhammad PBUH), which provide valuable guidance for addressing this issue responsibly and ethically.

خلاصہ

"توہینِ رسالت کا مسئلہ موجودہ دور کے ان سلگتے ہوئے مسائل میں سے ایک ہے جن کے متعلق افراط و تفریط بہت زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دنوں یہ مسئلہ بڑے پیمانے پر زیرِ بحث ہے۔ جب بھی توہینِ رسالت کا واقعہ ہوتا ہے تو ہمارے معاشرتی رویوں کے ساتھ پاکستانی قانون کا سیکشن سی ۲۹۵ پر بھی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2
2024

اعتراضات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں جہاں وہ لوگ جو مطلق آزادیوں کے نام پر دین اور مقدسات کی توہین کو اپنا حق سمجھتے ہیں، زیادہ دلچسپی لیتے ہیں، وہاں غیروں سے زیادہ اپنوں کی نادانی اور دین سے ناواقفیت نے اس مسئلے کو اعتراضات کا مرکز بنا دیا ہے۔ چنانچہ اس مطالعے میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ توہین کیا ہے اور اس کی سزا کے متعلق فقہا کے کیا مذاہب ہیں۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی جائزہ لیا گیا ہے کہ دین کی تعلیمات اور سیرتِ نبوی کی روشنی میں ہم اس باب میں غلط روش سے کیسے بچ سکتے ہیں اور اپنے مقدسات کی اہانت کرنے والے اندرونی اور بیرونی عناصر کی سازش سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ اس میں ہماری کوتاہی کے عام طور پر دو زاویے ہیں ایک ہے قانون کا غلط استعمال جس میں عموماً بدنیتی شامل ہوتی ہے اور ایک ہے لوگوں کی جہالت جس میں اخلاص کے ساتھ بندے پر الزام لگایا جاتا ہے اور پھر اس کی جان لی جاتی ہے۔ اس مقالے میں دوسرے زاویے پر یعنی جہالت کی بنیاد پر غلط الزامات کے اطلاقات میں کوتاہی پر بات ہوئی ہے اور اس پہلو پر سیرتِ طیبہ سے ان مثالوں کے ضمن میں بات کی گئی ہے جو ہمارے لیے رہنمائی کا سامان کرتی ہیں"۔

موضوع کا تعارف

جنابِ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ اس امّت کے لیے رہنمائی کا سامان فراہم کرتا ہے۔ قرآنِ کریم کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی حیات انسانیت کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے۔ ساڑھے چودہ سو سال سے دنیا کی تمام اقوام بالخصوص امتِ رسول عربی روزمرہ کے معاملات سے لے کر ریاستی امور اور اس سے بھی آگے پر امن بقائے باہمی کے لیے بین الملل قوانین تک آپ ﷺ کی سیرت سے استفاد کر رہی ہیں۔ لہذا حضور اکرم ﷺ کی سیرت تمام انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے۔ لیکن عصرِ حاضر میں دنیا پر یورپی تہذیب نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور بالخصوص مسلم دنیا اس کے نشانے پر ہے بلکہ ہر آنے والے دن کے ساتھ تہذیبِ غرب کے سائے گہرے ہوتے جا رہے ہیں۔ مسلم ملت کا رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے محض عقیدت کی حد تک تعلق رہ گیا ہے۔ موجودہ دور کے مسلمان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اسے رسول اللہ ﷺ کی ذات سے عقیدت تو ہے اور حضور ﷺ کی ناموس کی خاطر ہمہ وقت جان دینے کے لیے بھی تیار ہے، مگر حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کی سیرت اپنانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں بعض اوقات وہ باتیں سامنے آتی ہیں جن کا تعلیماتِ نبوی ﷺ سے دور دور کا تعلق نہیں ہوتا۔ مگر ہماری غلط روش کی وجہ سے اسلام دشمن عناصر کو اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال ہمارے معاشرے میں "سر تن سے جدا" کا نعرہ ہے کہ جس شخص کے متعلق کوئی بات ملی اسے گستاخ قرار دے کر اس کی جان لے لی۔ چنانچہ اس کی مثالیں آئے دن ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ عوام نے کسی شخص کو بغیر تحقیق کے اس پر گستاخ کا لیبل لگا کر مارنا شروع کیا۔ اس ضمن میں کسی تحقیق کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی جاتی اور نہ ہی کسی اتھارٹی کی طرف رجوع کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کی سیرت ہمیں زندگی کے ہر گوشے میں اعتدال و توسط سکھاتی ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید دور کے ریسرچ اسکالرز مسلم امّت کی اس ضمن میں صحیح تربیت کریں تاکہ وہ نمائشی نعروں کے بجائے تعمیری انداز میں سیرت کی تعلیمات اپنائیں۔ اسی طرح اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ نسل نو کو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے اور اسے ترغیب دی جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمارے لیے رہنمائی کا واحد ذریعہ ہے، اسے چھوڑ کر ہم کبھی بھی فلاح نہیں پاسکتے۔ دوسری طرف اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ نسل نو کو محض جذباتی بیانیوں کے پیچھے لگانے کے بجائے اسے رسول اللہ صلی ﷺ کی تعلیمات کی صحیح تعلیم دی جائے، تاکہ روزانہ کی بنیاد پر ہمیں بے ہنگم ہجوم کے ہاتھوں بے گناہ لوگوں کا قتلِ عام نہ دیکھنا پڑے اور اس مقدس عنوان سے دین کے دشمنوں کو دین کے ساتھ کھلواڑ کا موقع فراہم نہ ہو۔

اس موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی شرعی مسئلے کی درست حیثیت متعین کرنا اہلِ علم کی بنیادی ذمے داریوں میں شامل ہے، مگر توہینِ رسالت کا مسئلہ اپنی حساسیت کی بنا پر صدرِ اول سے موضوع بحث رہا ہے اور اس پر اہلِ علم نے ہمیشہ روشنی ڈالی ہے۔ عصرِ حاضر میں جن مغربی افکار کو غلبہ حاصل ہے ان میں سے ایک ہے: "اظہار رائے کی آزادی"، اسے مغرب کا سب سے بڑا امتیاز قرار دیا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مغرب کا یہ نعرہ مخصوص مقاصد کے لیے ایجاد کیا گیا ہے کیونکہ اسے علی الاطلاق مغرب نے بھی نہیں اپنایا ہے، کیونکہ مغربی معاشروں میں بھی بعض ایسی چیزیں ہیں جنھیں مقدس سمجھ کر اس پر تنقید کرنا جرم گردانا جاتا ہے۔ مگر مذہب اور مقدس مذہبی شخصیات کے متعلق مغرب کا دوہرا رویہ واضح ہے، اس کی وجہ سے مغرب ہمیشہ شاتمین رسول ﷺ کو پناہ دیتا آیا ہے اور اس ضمن میں وہ کمزور ممالک کے ہاں قوانین پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ یہ مسئلہ جدید دور میں ایک الگ رخ پر چلا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشروں میں محققین نے اس موضوع کی حساسیت کے پیش نظر اس پر بے تحاشا کام کیا ہے۔ اگر ہم اس موضوع کا جائزہ لیں تو خیر القرون میں ہی اصحابِ سیر، فقہا،

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2
2024

محدثین اور متکلمین نے اس موضوع پر سیرِ حاصل بحث کی ہے۔ فقہ، حدیث، سیرت اور علم کلام کی امہات الکتب میں باقاعدہ اس موضوع پر بحث کی گئی ہے اور اس کے متعلق بڑی تفصیل سے احکام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح اس موضوع کی اہمیت اور حساسیت کے پیش نظر شروع ہی سے اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی منظر عام پر آنا شروع ہوئیں۔ چنانچہ دستیاب معلومات کے مطابق سب سے پہلے اس موضوع پر امام ابن سحنون مالکی (متوفیٰ:۲۵۶ھ) نے رسالة في من سب النبي ﷺ کے نام سے مستقل کتاب لکھی۔ اس کے بعد قاضی عیاض (متوفیٰ:۵۴۴ھ) نے اپنی شاہکار تصنیف الشفا بتعریف حقوق المصطفی ﷺ میں اس موضوع پر تفصیلی بحث فرمائی۔ پھر اس موضوع پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ (متوفیٰ:۷۲۸ھ) کی الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ، امام تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی شافعی (متوفیٰ:756ھ) کی السیف المسلول علی من سب الرسول ﷺ، قاسم بن محمد الرومی الحنفی (متوفیٰ:۹۰۴ھ) کی السیف المشھور علی الزندیق وساب الرسول ﷺ، حسام الدین حسین بن عبد الرحمٰن (متوفیٰ:۹۲۶ھ) کی رسالة في سب النبي ﷺ وأحکامه، ابن کمال پاشا الحنفی (متوفیٰ:۹۴۰ھ) کی السیف المسلول في سب الرسول ﷺ، شمس الدین محمد بن طولون الحنفی (متوفیٰ:۹۵۳ھ) کی رشق السھام في أضلاع من سب النبي علیه السلام، علامہ ابن عابدین شامی الحنفی: (متوفیٰ:۱۲۵۲ھ) کی تنبیه الولاة والحکام علی أحکام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابه الکرام علیه وعلیھم الصلاة والسلام، جیسی عظیم الشان کتابیں منظر عام پر آئیں۔ اس کے بعد جب عصرِ حاضر میں یہ مسائل زیادہ اجاگر ہونے لگے تو اس موضوع کے لٹریچر میں اچھا خاصا اضافہ ہوا۔ بہت سارے محققین نے آرٹیکل لکھے اور مقالات شائع کیے۔

توہینِ رسالت کی سزا اور حکم

رسولِ اللہ ﷺ یا کسی دوسرے نبی کی توہین ایک عظیم جرم ہے، اس کا غلط ہونا شرعاً اور عقلاً ہر لحاظ سے واضح ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾ (سورۃ الاحزاب، آیت:۵۷) "بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورۃ التوبہ، آیت:۶۱) "وہ لوگ جو اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔ ان آیات کی رو سے ایسا شخص جو رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتا ہے، آپ ﷺ کی شان میں کمی کرتا ہے وہ دنیا و آخرت میں لعنت اور سخت سزا کا مستحق ہے۔ اس کی وجہ واضح ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا ہے اس سے دشمنی درحقیقت اللہ تعالیٰ سے دشمنی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول کی توہین و گستاخی کی اجازت نہیں ہے۔ رسول کو ماننا نہ ماننا الگ بات ہے مگر اس کی گستاخی کی گنجائش نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام امّت کا اس پر اتفاق ہے کہ گستاخِ رسول کو سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔ آنے والی سطور میں اس کی تفصیلات پیشِ خدمت ہیں۔

گستاخِ رسول کی سزا

اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتا ہے تو وہ مسلمان ہوگا یا غیر مسلم ہوگا۔ اگر وہ مسلمان ہے تو مرد ہوگا یا عورت، اگر مرد ہے تو اس کی دو صورتیں بنتی ہیں، ایک اتفاقی اور اجماعی صورت ہے جبکہ ایک اختلافی صورت ہے۔ وہ صورت جس پر سب فقہا کا اتفاق ہے اور جسے اہلِ علم نے اجماع کے طور پر نقل کیا ہے وہ صورت یہ ہے:

اجماعی صورت

اگر کوئی شخص مسلمان تھا اس نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی جو مقررہ ضابطے کے تحت ثابت ہوئی اور اسے توبہ کرنے کا موقع فراہم کیا گیا مگر اس نے توبہ نہیں کی تو تمام فقہا کا اجماع ہے کہ اسے سزائے موت دی جائے گی۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

أن الساب إن كان مسلما فإنه يكفر ويقتل بغير خلاف وهو مذهب الأئمة الأربعة وغيرهم.[1]

ترجمہ: گستاخِ رسول اگر مسلمان مرد ہے تو اس نے کفر کیا اور اسے اس جرم کی پاداش میں قتل کر دیا جائے گا یہ بالاتفاق ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔

اسی طرح امام ابو سلیمان الخطابی فرماتے ہیں:

1۔ابن تیمیہ، تقی الدین، ابو العباس، حرانی، حنبلی (متوفیٰ: ۷۲۸ھ) الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص:۴، سعودی عربیہ، الحرس الوطني السعودي

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2
2024

لا أعلم أحداً من المسلمين اختلف في وجوب قتلہ إذا کان مسلمًا.[2]

ترجمہ: مجھے مسلمانوں میں کسی شخص کے متعلق یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ گستاخ کی سزائے موت میں اس نے اختلاف کیا ہو جب وہ گستاخ مسلمان مرد ہو۔

لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ یہاں یہ قید موجود ہے کہ گستاخ اگر توبہ نہ کرے تو اجماعی طور پر اسے سزائے موت دی جائے گی، اگر توبہ کرے گا تو متقدمین احناف اور ایک قول کے مطابق شوافع کے نزدیک سزائے موت نہیں دی جائے گی البتہ سیاسۃً اسے مناسب سزا دی جائے گی۔ اس کی تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

اختلافی صورت

گستاخی کرنے والا اگر اس جرم سے پہلے مسلمان مرد تھا تو وہ اس جرم کی وجہ سے مرتد ہوا۔ اب اس پر حدِ ارتداد کی سزا کا نفاذ ہو گا یا گستاخی کی حد کی سزا کا نفاذ ہو گا۔ اس پر اہلِ علم کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ چنانچہ احناف متقدمین اور ایک قول کے مطابق شوافع کے سوا باقی فقہا فرماتے ہیں کہ اسے گستاخی کی سزا دی جائے گی اور گستاخی کی سزا قتل ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، اس پر امام ابن سحنون مالکی کا قول نقل کرتے ہیں:

أجمع العلماء أن شاتم النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المنتقص لہ کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللہ، وحکمہ عند الأئمۃ القتل.[3]

ترجمہ: علما کا اجماع ہے کہ شاتم رسول، یا حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی شان میں نقص نکالنے والا شخص کافر ہے اور اس کی سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے اور پوری امت کے نزدیک اس کو اس جرم کی پاداش میں قتل کیا جائے گا۔

انھوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ گستاخ رسول کی سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ حد ہے اور اس میں توبہ کرنے کے لیے موقع فراہم کرنا ثابت نہیں ہے، لہٰذا ہر صورت میں گستاخ کو قتل کیا جائے گا، اور توبہ کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ چنانچہ امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

وقال حبیب بن ربیع القروي: مذھب مالک وأصحابہ أن من قال فیہ علیہ السلام ما فیہ نقص قتل دون استتابۃ.[4]

ترجمہ: حبیب بن ربیع قروی کہتے ہیں کہ امام مالک اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے کہ جو شخص رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی شان میں کمی کرتا ہے اسے توبہ کا موقع دیے بغیر سزائے موت دی جائے گی۔

محمد بن احمد بن ابی موسیٰ الشریف ہاشمی حنبلی کہتے ہیں:

ومن سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل ولم یستتب.[5]

ترجمہ: جو شخص رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرتا ہے اسے توبہ کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ متقدمین احناف کے سوا دیگر اہلِ علم کے نزدیک توہینِ رسالت کی سزا مستقل حد ہے نہ کہ حد ارتداد۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی ان کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فاعلم ان مشھور مذھب مالک واصحابہ وقول السلف وجمھور العلماء قتلہ حدا لا کفرا.[6]

ترجمہ: سمجھ لیجیے کہ امام مالک اور ان کے اصحاب کا معروف مذہب جبکہ سلف اور جمہور علما کا قول یہ ہے کہ گستاخ رسول کی سزا مستقل حد ہے نہ کہ کفر یعنی ارتداد کی بنا پر ہے۔

---

[2]۔ تقی الدین، علی بن عبد الکافی السبکی (متوفیٰ: ۷۵۶ھ) السیف المسلول علی من سب الرسول، ص:۱۲۳، عمان، دار الفتح، الطبعة الأولی: 1421 ھ 2000 م

[3]۔ ابن تیمیہ، تقی الدین، ابو العباس، حرانی، حنبلی (متوفیٰ: ۷۲۸ھ) الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص:۵۱۳، سعودی عربیہ، الحرس الوطني السعودي

[4]۔ تقی الدین، علی بن عبد الکافی السبکی (متوفیٰ: ۷۵۶ھ) السیف المسلول علی من سب الرسول، ص:۴۰۹، عمان، دار الفتح، الطبعة الأولی: 1421 ھ 2000 م

[5] ۔ ابو علی الہاشمی، محمد بن احمد بن ابی موسی الشریف، البغدادی (متوفیٰ: 428ھ) الإرشاد إلی سبیل الرشاد، ص: ۳۶۸، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولی: 1419ھ 1998م

[6] ۔ ابن عابدین شامی، علامہ، (متوفیٰ: ۱۲۵۲ھ)کتاب تنبیه الولاة والحکام علی أحکام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابه الکرام علیه وعلیهم الصلاة والسلام، ص:۴۲، قاہرہ، دار الآثار، ۲۰۰۷م، ۱۴۲۸ھ

متاخرین احناف میں سے سوائے علامہ ابن عابدین شامی کے باقی سب کا یہی مسلک ہے جو جمہور کا ہے، یعنی ان کے نزدیک گستاخِ رسول کی سزا مستقل حد ہے، یہ ارتداد کی وجہ سے نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ بزازی فرماتے ہیں:

إذا سب الرسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أو واحداً من الأنبياء عليهم السلام، فإنه يقتل حداً ولا توبة له أصلاً.[7]

ترجمہ: جو شخص رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یا انبیاے کرام میں سے کسی نبی کی شان میں گستاخی کرتا ہے اسے حد کے طور پر قتل کر دیا جائے گا اور اس کے لیے کوئی توبہ نہیں ہے۔

متقدمین احناف اور امام ابن عابدین کا موقف

متقدمین احناف اور امام ابن عابدین شامی کے ہاں اگر گستاخی کا جرم کرنے والا پہلے مسلمان تھا تو اس شنیع عمل کی بنا پر مرتد ہوا ہے۔ لہذا اسے ارتداد کی سزا دی جائے گی۔

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

وأیما رجل مسلم سب رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أو كذبه أو عابه أو تنقصه؛ فقد كفر بالله وبانت منه زوجته؛ فإن تاب وإلا قتل.[8]

ترجمہ: جو مسلمان رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی شان میں گستاخی کرے، یا آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تکذیب کرے، یا آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی عیب جوئی کرے، یا آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی شان میں تنقیص کرے، اس نے کفر کا ارتکاب کیا اور کے کفر کی بنا پر اس کی بیوی بائن ہو گئی۔ پھر اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے سزاے موت دی جائے گی۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

فنقول: الساب المسلم مرتد قطعاً، فالكلام فيه كالكلام في المرتد.[9]

ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ مسلمان گستاخ اس شنیع عمل کی بنا پر یقینی طور پر مرتد ہو جاتا ہے، اس کا معاملہ بھی مرتد کی طرح ہے۔

چونکہ احناف کے ہاں مرتد کی سزا اگرچہ قتل ہے مگر اسے توبہ کرنے کا موقع دیا جائے گا، اگر وہ تائب ہوتا ہے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ لہذا گستاخ بھی مرتد ہوا ہے اس لیے اس اصول کے تحت اسے توبہ کرنے کی مہلت دی جائے گی۔ علامہ شامی نے احناف کے آپس کے اختلافات کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد اسی قول کو راجح قول قرار دیا ہے۔[10] اس مسئلے میں شوافع کے ہاں تین اقوال ہیں، ایک میں وہ جمہور کے ساتھ ہیں جبکہ دوسرے قول کے مطابق وہ احناف متقدمین کے ساتھ ہیں، اور تیسرا قول انھوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ توبہ کرنے سے سزاے موت تو ساقط ہو جاتی ہے جبکہ اسی کوڑے سزا دی جائے گی۔[11] یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ توبہ کی عدم قبولیت دنیوی اعتبار سے ہے جبکہ اخروی اعتبار سے گستاخ یا مرتد کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

فقد ثبت أن العلماء حيث ذكروا القبول وعدمه في هذه المسألة، فإن مرادهم به بالنسبة إلى القتل الذي هو الحكم الدنيوي، وأما الحكم الأخروي فإنه مبني على حسن العقيدة وصدق التوبة باطنا، وذلك مما يختص بعلمه علام الغيوب.[12]

---

[7] ۔ بزازی، محمد بن محمد بن شہاب، علامہ (متوفیٰ: 827ھ) الفتاوى البزازية: الجامع الوجيز في مذهب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان، ج:۲، ص: ۴۴۲، بیروت، دار الکتب العلمیہ: 2009م

[8] ۔ ابو یوسف، امام، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب، انصاری (متوفیٰ:۱۸۲ھ) الخراج، ص: ۱۹۹، المكتبة الأزهرية للتراث

[9] ۔ ابن عابدین شامی، علامہ، (متوفیٰ: ۱۲۵۲ھ)کتاب تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، ص:۳۷، قاہرہ، دار الآثار، ۲۰۰۷م، ۱۴۲۸ھ

[10] ۔ابن عابدین شامی، علامہ، (متوفیٰ: ۱۲۵۲ھ)کتاب تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، ص:۸۸، قاہرہ، دار الآثار، ۲۰۰۷م، ۱۴۲۸ھ

[11] ۔ غزالی، ابو حامد، محمد بن محمد طوسی (متوفیٰ: 505ھ) الوسيط في المذهب، ج:۷، ص: ۸۷، قاہرہ، دار السلام، طبع اول: 1417ھ

[12] ۔ابن عابدین شامی، علامہ، (متوفیٰ: ۱۲۵۲ھ)کتاب تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، ص:۵۱، قاہرہ، دار الآثار، ۲۰۰۷م، ۱۴۲۸ھ

ترجمہ: یہ بات ثابت ہے کہ اہلِ علم نے اس مسئلے میں توبہ کی قبولیت وعدم قبولیت کا ذکر کیا ہے اس سے فقط مراد یہ ہے کہ گستاخ کو دنیوی حکم کے اعتبار سے سزائے موت دے دی جائے گی۔ جبکہ اخروی اعتبار سے گستاخ کے توبہ کرنے کا دارومدار صحیح عقیدے اور سچی توبہ کرنے پر ہے اور یہ باطنی امر ہے، اس کا علم تو صرف غیب جاننے والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

گستاخی کرنے والی مسلمان عورت کا حکم

گستاخی کرنے والی مسلمان ہو اور عورت ہو تو وہ اس جرم کی وجہ سے وہ مرتد ہوئی، اب اس پر مرتد کی سزا کا نفاذ ہو گا یا گستاخی کی سزا کا، اس کے متعلق حضرت امام ابو حنیفہ کے سوا باقی تمام فقہا فرماتے ہیں کہ اسے علی اختلاف القولین مرد کی طرح گستاخی کی سزا دی جائے گی یا ارتداد کی۔ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ کے سوا باقی احناف اور دیگر فقہا کا موقف ہے کہ عورت کو بھی مرد کی طرح سزائے موت دی جائے گی۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے سوا باقی احناف کے نزدیک جس طرح مرد گستاخی کرنے سے مرتد ہوتا ہے اسی طرح عورت بھی مرتد ہوتی ہے اور دونوں کو توبہ کا موقع فراہم کیا جائے گا اگر توبہ کرے تو ٹھیک ہے ورنہ دونوں کو سزائے موت دی جائے گی۔ حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسے زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور قتل کے سوا کوئی معقول سزا دی جاسکے گی۔ چنانچہ امام ابو یوسف گستاخ کی سزا کے حکم کی بحث میں فرماتے ہیں:

وکذلک المرأۃ؛ إلا أن أباحنیفۃ قال: لاتقتل المرأۃ وتجبر علی الإسلام.[13]

ترجمہ: (جو حکم اس مسئلے میں مرد کا ہے) یہی حکم عورت کا بھی ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ کا موقف ہے کہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے اسلام کی طرف لوٹ آنے پر مجبور کیا جائے گا۔

اسی طرح علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

وأما المرأۃ فلا یباح دمھا إذا ارتدت، ولا تقتل عندنا، ولکنھا تجبر علی الإسلام، وإجبارھا علی الإسلام أن تحبس وتخرج في کل یوم فتستتاب ویعرض علیھا الإسلام، فإن أسلمت وإلا حبست ثانیا، ھکذا إلی أن تسلم أو تموت.[14]

ترجمہ: عورت اگر مرتد ہو جائے تو اس کا خون مباح نہیں ہوتا، ہمارے نزدیک اسے قتل نہیں کیا جائے گا، البتہ اسے دوبارہ اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اسلام کو دوبارہ قبول کرنے پر مجبور کرنے سے مراد یہ ہے کہ اسے قید کیا جائے گا اور ہر دن اسے قید سے نکال کر توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا اور اس پر اسلام پیش کیا جائے گا، اگر وہ اسلام قبول کرتی ہے تو ٹھیک ورنہ اسے دوبارہ قید میں ڈالا جائے گا۔ یہ سلسلہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کرے یا اسے موت آجائے۔

گستاخی کرنے والے غیر مسلم کا حکم

اگر گستاخی کرنے والا غیر مسلم ہے تو اس کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک ہے حربی اور ایک ہے ذمی، حربی کا معاملہ واضح ہے کہ موقع ملتے ہی اسے قتل کیا جائے گا، جبکہ ذمی کے متعلق فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض فقہا فرماتے ہیں کہ اسے بھی سزائے موت دی جائے گی، کیونکہ ان کے نزدیک گستاخی کی سزا حد ہے اور یہ قتل ہے اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح اسے توبہ کرنے یعنی اسلام قبول کرنے کی صورت میں سزا میں کمی نہیں ہو گی۔ محمد بن احمد بن ابو موسیٰ شریف ہاشمی حنبلی کہتے ہیں:

ومن سبہ صلی اللہ علیہ وسلم من أھل الذمۃ قتل وإن أسلم.[15]

ترجمہ: اہلِ ذمہ میں سے جو شخص رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے اسے سزائے موت دی جائے گی اگرچہ وہ اسلام قبول کرے۔

ابو الحسین یحییٰ بن ابو الخیر بن سالم یمنی شافعی فرماتے ہیں:

---

13 ۔ ابو یوسف، امام، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب، انصاری (متوفیٰ:۱۸۲ھ) الخراج، ص: ۱۹۹، المکتبۃ الأزھریۃ للتراث

14 ۔ الکاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود بن احمد الحنفی (متوفیٰ: 587ھ) بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، ج: ۷، ص: ۱۳۵، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الثانیۃ: 1406ھ 1986م

15 ۔ ابو علی الہاشمی، محمد بن احمد بن ابی موسی الشریف، البغدادی (متوفیٰ: 428ھ) الإرشاد إلی سبیل الرشاد، ص: ۳۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الأولی: 1419ھ 1998م

وقال أبو بكر الفارسي من أصحابنا: من سب رسول اللہ ﷺ وجب قتله حدا؛ لا لأنه انتقضت ذمته.[16]

ترجمہ: ہمارے اصحاب میں سے ابو بکر فارسی فرماتے ہیں کہ جو ذمی نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے گا اسے حد کے طور پر سزائے موت دی جائے گی، اس وجہ سے نہیں کہ اس نے عہدِ ذمہ توڑ دیا ہے۔

ان فقہا کی طرف سے یہاں بھی وہی اصول اپنایا گیا ہے کہ توہینِ رسالت کی سزا چونکہ حد ہے اور ذمی بھی مسلمانوں کے عمومی احکام کے پابند ہیں، اس لیے ان پر بھی گستاخی کی صورت میں حد جاری کی جائے گی۔

قاضی عیاض کا موقف

قاضی عیاض ذمی کے متعلق ماقبل مذکور رائے سے اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ذمی کو اس لیے سزائے موت نہیں دی جائے گی کہ اس نے گستاخی کی ہے بلکہ اسے اس لیے سزائے موت دی جائے گی کہ اس نے عہدِ ذمہ کی مخالفت کی ہے، کیونکہ عہدِ ذمہ میں یہ بات خود بخود شامل ہے کہ ذمی ہمارے دین اور رسول کی اہانت نہیں کرے گا۔ وہ فرماتے ہیں:

لأنا لم نُعطه الذمّة أو العهد على هذا.[17]

ترجمہ: اس لیے کہ ہم ذمی کی جان ومال کی ذمے داری نہیں لیں گے مگر اس شرط پر کہ وہ ہمارے دین اور رسول کی اہانت نہیں کرے گا۔

ذمی کے متعلق احناف اور امام ثوری کا موقف

ذمی اگر گستاخی کرتا ہے تو احناف اور امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اسے سزائے موت نہیں دی جائے گی، البتہ مناسب سزا دی جائے گی۔ قاضی عیاض ان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

وهو قول عامّة العلماء إلّا أبا حنيفة والثّوريّ وأتباعهما من أهل الكوفة فإنّهم قالوا لا يُقتل لأنّ ما هو عليه من الشّرك أعظم ولكن يُؤدّب ويعزر.[18]

ترجمہ: (ذمی کو قتل کیا جائے گا) یہ عام اہلِ علم کا موقف ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ اور امام ثوری اور ان کے متبعین اہل کوفہ فرماتے ہیں کہ ذمی کو سزائے موت نہیں دی جائے گی اس لیے کہ یہ شرک سے زیادہ بڑا گناہ نہیں ہے۔ لیکن اس کی تادیب کی جائے گی، یعنی مناسب سزا بطور تعزیر دی جائے گی۔

اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ عہدِ ذمہ میں یہ بات شامل نہیں ہے، اس لیے کہ تعظیم کا تعلق دینی امور سے ہے اور دینی امور میں اہلِ ذمہ مسلمانوں کے تابع نہیں ہیں۔ اگر دینی امور میں اہلِ ذمہ کو پابند بنایا جاتا تو سب سے پہلے انھیں شرک سے روک دیا جاتا کیونکہ یہ سب سے بڑا جرم ہے۔ جب یہاں وہ مسلمانوں کے تابع نہیں ہیں تو مذکورہ مسئلے میں بھی یہی رویہ ان کے ساتھ روا رکھا جائے گا۔ البتہ گستاخی کی وجہ سے انھیں تعزیراً سزا دی جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلے سے مسلمانوں کے حقوق وابستہ ہیں۔ امام طحاوی حنفی فرماتے ہیں:

من سبّ رسول اللہ ﷺ ـــ ومن كان ذلك منه من الكفار ذوي العهود لم يكن بذلك خارجا من عهده، وأُمر أن لا يعاوده، فإن عاوده أدب عليه ولم يُقتل.[19]

ترجمہ: اہلِ ذمہ میں سے جو شخص رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے وہ عہدِ ذمہ سے خارج نہیں ہوتا۔ اسے حکم کیا جائے گا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے، اگر وہ دوبارہ یہ حرکت کرتا ہے تو اس کی تادیب کی جائے گی مگر اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

---

16 ـ ابو الحسين يحى بن ابو الخير بن سالم يمنى شافعى (متوفىٰ: 558ھ) البيان في مذهب الإمام الشافعي، ج:١٢، ص:٢٨٨، جده، دار المنهاج، الطبعة الأولى: 1421 ھ 2000 م

17 ـ قاضى عياض، ابو الفضل بن موسى اليحصبى (متوفىٰ: 544ھ) الشفا بتعريف حقوق المصطفى، ج:٢،ص:٢٦٣،بيروت، دار الفكر: 1409 ھ 1988 م

18 ـ قاضى عياض، ابو الفضل بن موسى اليحصبى (متوفىٰ: 544ھ) الشفا بتعريف حقوق المصطفى، ج:٢،ص:٢٦٣،بيروت، دار الفكر: 1409 ھ 1988 م

19 ـ طحاوى، ابو جعفر، احمد بن محمد، امام (متوفىٰ: 321ھ) مختصر الطحاوي، ص: ٢٦٢، مصر، دارالكتب العربى: 1270ھ

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2
2024

فقہاکی آراکا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور یعنی حنابلہ، مالکیہ، متأخرین احناف اور ایک قول کے مطابق شوافع کا مسلک یہ ہے کہ اہانتِ رسول کی سزا حد شرعی کے طور پر سزائے موت ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، عورت ہو یا مرد۔ جبکہ متقدمین احناف، متاخرین میں سے امام شامی اور ایک قول کے مطابق شوافع فرماتے ہیں کہ توہینِ رسالت کا مرتکب اگر مسلمان مرد ہے تو مرتد ہو جاتا ہے اور اسے ارتداد کی حد کے طور پر توبہ کا موقع فراہم کرنے کے بعد اگر وہ توبہ نہیں کرتا تو اسے سزائے موت دی جائے گی۔ اگر مسلمان عورت ہے تو باقی سب کا وہی مذہب ہے جو مرد کے متعلق ہے جبکہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اسے قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔ اگر ذمی ہے تو احناف اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ یہ بات واضح رہے کہ فقہاکے درمیان اختلاف صرف سزائے موت کے سلسلے میں ہے، تعزیری سزا دینے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

آئینِ پاکستان میں توہینِ رسالت کی سزا

آئینِ پاکستان کے مطابق جو شخص حضرت محمد ﷺ کی گستاخی کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے سزائے موت دی جائے گی، اگرچہ مجرم توبہ کرے۔ تعزیراتِ پاکستان کی شق 295 سی توہین کے مرتکب کے متعلق کہتی ہے:

> 295 C. Use of derogatory remarks, etc. in respect of the Holy Prophet. Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by any imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) shall be punished with death, or imprisonment for life, and shall also be liable to fine.][20]

ترجمہ: 295-سی۔ حضور ﷺ کی شان میں توہین آمیز کلمات وغیرہ کا استعمال۔ جو کوئی بھی الفاظ کے ذریعے، بولے یا لکھے، یا ظاہری نمائندگی کے ذریعے، یا کسی قسم کی تاویل، طعن، یا اشارے سے، براہ راست یا بالواسطہ، حضور اکرم ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرے گا، اسے سزائے موت دی جائے گی، یا عمر قید، اور جرمانہ بھی ہو گا۔

اس شق میں اگرچہ سزائے موت یا عمر قید کی سزا مع جرمانہ درج ہے، مگر 1991-1990ء میں اس شق کے متعلق وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ آیا ہے جس کی رو سے عمر قید کی سزا کے الفاظ غیر مؤثر ہو گئے ہیں۔ لہذا اب اس جرم کی سزا، سزائے موت ہی ہے۔ چونکہ اس جرم کی سزا مسائل اجتہادیہ میں سے ہے، اور یہ بات فقہاکے نزدیک طے ہے کہ اجتہادی مسائل میں حکمِ حاکم رافعِ خلاف ہوتا ہے۔ یعنی جن امور اجتہادیہ میں اگر حاکم کسی ایک مجتہد کے اجتہاد کے مطابق حکم جاری کرے تو باقی اجتہادی آرا غیر مؤثر ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ آئینِ پاکستان میں جمہور کی رائے کو اختیار کیا گیا ہے اس لیے اب یہاں جمہور کی رائے کے مطابق عدالت فیصلہ کرنے کی پابند ہے۔ چنانچہ آئینِ پاکستان کی رو سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے شخص کے لیے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، مرد ہو یا عورت ہو اس جرم کی پاداش میں سزائے موت متعین کی گئی ہے، اگرچہ مجرم توبہ کرے۔

سزا دینے کی اتھارٹی کس کے پاس ہے؟

اس بات میں شک نہیں ہے کہ انسانی معاشرہ ایک نظم کے تحت چلتا ہے، جہاں نظم و ضبط نہ ہو اسے معاشرہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ ایک ایسا جنگل کہلاتا ہے جہاں جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قانون چلتا ہے۔ اگر ہم اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو اسلام کے نزدیک ایسا معاشرہ جہاں نظمِ اجتماعی کا وجود نہ ہو اسے جاہلیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: « وَمَن ماتَ مُفارِقاً للجماعةِ فقدماتَ مِيتةً جاهليةً »[21] "جو شخص مسلمانوں کی جماعت سے الگ تھلگ ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے کو مہذب طریقے سے چلانے کے لیے نظمِ اجتماعی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر نظمِ اجتماعی میں اختیارات کی تقسیم ایک ایسے طریقے پر کی جاتی ہے کہ اس سے معاشرے کو فائدہ پہنچے اور مقاصدِ شریعت یعنی لوگوں کے دین، جان، مال اور آبرو کی حفاظت ہو۔ ان اختیارات کی پاسداری معاشرے کے سب افراد پر لازم ہے۔ ایسے معاشرے میں کسی شخص کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، اگر اسے کوئی شکایت ہو تو وہ متعلقہ فورم سے رجوع کا پابند ہوتا ہے۔ چونکہ نظمِ اجتماعی میں سزاؤں کا نفاذ بھی حکومت وقت کی ذمے

---

[20] THE PAKISTAN PENAL CODE- XV- CHAPTER [OF OFFENCES RELATING TO RELIGION]

[21] ابو عبد اللہ، احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال شیبانی (متوفیٰ: 241ھ) مسند احمد، حدیث:5386، قاہرہ، دار الحدیث، الطبعۃ الاولی: 1416 ھ 1995 م

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2
2024

داریوں میں شامل ہے اور حکومت وقت اس کے لیے ایک عدالتی نظام تشکیل دیتی ہے۔ لہذا اگر کوئی جرم کرتا ہے تو اس کے جرم کو ثابت کرنے اور اسے اس کی پاداش میں سزا دینے کے لیے اسی عدالتی نظام سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ لہذا اس اصول کے تحت کسی فرد کو یہ اختیار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ نظمِ اجتماعی کے اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی طرف سے کوئی کارروائی کرے۔ چونکہ توہین رسالت کے مجرم کی سزا بھی نظمِ اجتماعی کی ذمے داری ہے، لہذا اس سزا کے نفاذ کا اختیار افراد کو نہیں ہے بلکہ یہ بھی عدالت کے ذریعے کی جائے گی۔

امام علاء الدین کاسانی حنفی فرماتے ہیں:

اَن ولایۃ إقامۃ الحدود ثابتۃ للإمام بطریق التعیین۔[22]

ترجمہ: حدود کو قائم کرنے کا اختیار حاکم وقت کے لیے ایک متعین طریق پر ثابت ہے۔

اسی طرح امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وجب إقامۃ الحدود علی ذي السلطان ونُوابہ۔[23]

ترجمہ: حدود کو قائم کرنا حاکم وقت اور اس کے نائبین کا فرض ہے۔

پھر اگر کوئی قانون ہاتھ میں لے کر مجرم کے خلاف کارروائی کرتا ہے تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔ امام ابو بکر البکری شافعی لکھتے ہیں:

فلو قتلہ غیرہ عزر لا فتیاتہ علی الإمام۔[24]

ترجمہ: اگر حاکم کے سوا کوئی اور شخص مجرم کو قتل کرے تو حاکم کے حق میں دخل اندازی کی وجہ سے اسے تعزیراً سزا دی جائے گی۔

گستاخِ رسول کی سزا کے سلسلے میں احناف کا موقف ہے کہ توہین کا مرتکب اگر پہلے مسلمان تھا تو اب یہ مرتد ہوا، اور حدِ ارتداد جاری ہوگی جو کہ حق اللہ ہے، اور اگر غیر مسلم تھا تو سیاسۃً اسے سزا ملے گی جو کہ حق الامام ہے۔ دونوں صورتوں میں سزا حکومت ہی دے گی، کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قانون کو ہاتھ میں لے لے۔ پھر اگر کسی شخص نے ذاتی طور پر گستاخ کو قتل کر دیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ اگر گستاخ پہلے مسلمان تھا اور گستاخی کی وجہ سے مرتد ہوا اور ضابطے کے تحت اس کا جرم ثابت بھی ہوا تھا تو اس کے قاتل کو قصاص میں نہیں مارا جائے گا البتہ سیاسۃً اسے سزا دی جائے گی کیونکہ اس نے قانون ہاتھ میں لیا ہے۔ اور قانون کو ہاتھ میں لینے والے کو تعزیر کے طور پر سزا دی جائے گی۔ اگر مقررہ ضابطے کے تحت جرم ثابت نہیں ہوا تھا تو قاتل کو قصاصاً قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے ایک بے گناہ کی جان لی ہے۔ اور اگر گستاخ غیر مسلم تھا اور ضابطے کے تحت اس پر جرم ثابت ہوا تھا تو قاتل کو سیاسۃً سزا دی جائے گی اور اگر غیر مسلم پر مقررہ ضابطے کے تحت جرم ثابت نہیں ہوا تھا تو قاتل کو قصاصاً قتل کر دیا جائے گا یا سیاسۃً دوسری سزا بھی دی جاسکتی ہے کیونکہ اہل ذمہ کی جان و مال کی حفاظت ریاست کی ذمے داری ہے۔

توہینِ رسالت کی توضیح و تشریح اور اطلاقات میں احتیاط کی ضرورت

توہینِ رسالت کی سزا کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ملزم کا جرم ثابت ہو جائے، محض سنی سنائی بات پر اسے سزا نہیں دی جاسکتی، اسی طرح یہ بات بھی دیکھنا ضروری ہے کہ جس شخص پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے واقعی توہین کی ہے یا کسی کو محض گمان کی بنا پر توہین رسالت کا مجرم قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایک طرف اگر توہین ایک سنگین جرم ہے اور نہایت حساس معاملہ ہے وہاں اس کی تحقیق بھی بہت ضروری ہے کہ خدانخواستہ کسی شخص پر ناحق یہ الزام تو نہیں لگایا جارہا۔ ہم ذیل میں اہلِ علم کے اقوال کی روشنی میں توہین کا مفہوم واضح کریں گے اور پھر اس کے بعد بعض کوتاہیوں کا ذکر کریں گے جو اس باب میں بحیثیت قوم ہم سے سرزد ہو رہی ہیں۔ قاضی عیاض اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں:

اَنّ جمیع من سبّ النّبيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَو عابہ اَو اَلحق بہ نقصًا في نَفْسہ اَو نَسَبہ اَو دینہ اَو خصْلَۃ من خِصَالہ اَو عرّض بہ اَو شبھۃ بشيءٍ علی طریق السَّبّ لہ اَو الأزراء علیہ اَو التّصْغیر لشأنہ اَو الغُضّ منہ والعَیب لہ فھو سَاب لہ والحُکم فیہ حکم السَّابّ۔[25]

22۔ الکاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود بن احمد الحنفی (متوفیٰ: 587ھ) بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، ج: ۷، ص: ۵۷، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الثانیۃ: 1406ھ 1986م

23 ۔ ابن تیمیہ، تقی الدین، ابو العباس، حرانی، حنبلی (متوفیٰ: ۷۲۸ھ) مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ج: 34، ص:175، سعودی عربیہ، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف: 1416ھ-1995م

24 ۔ البکری، ابو بکر ، عثمان بن محمد شطا، الدمیاطی الشافعی (متوفیٰ: 1310ھ) إعانۃ الطالبین علی حل ألفاظ فتح المعین ، ج:۴، ص: ۱۵۷، بیروت، دار الفکر ، الطبعۃ: الاولیٰ: 1418 ھ 1997 م

25 ۔ قاضی عیاض، ابو الفضل بن موسی الیحصبی (متوفیٰ: 544ھ) الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج:۲،ص:۲۱۴،بیروت، دار الفکر: 1409 ھ 1988 م

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2
2024

ترجمہ: بلاشبہ جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی، یا ان پر کوئی عیب لگایا، یا ان کی ذات، نسب، دین، یا ان کی کسی خصلت کی کسی بھی طرح تنقیص کی، یا ان پر تعریض کی یا کسی چیز کے ساتھ بطور توہین و تذلیل ان کی تشبیہ دی تو وہ گالی دینے والا شمار ہوگا اور اس کا حکم بھی گالی دینے والے کا ہوگا۔

یہاں تفصیل سے واضح کیا گیا ہے کہ توہین کیا ہوتی ہے اور کیا نہیں ہوتی۔ یعنی توہین صرف صریح گالی نہیں ہوتی بلکہ کسی بھی طرح کے کلمات جو تنقیص کا پہلو لیے ہوئے ہیں وہ توہین کے حکم میں ہیں۔ مگر ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ محض شبہہ یا گمان کی بنیاد پر کسی کو گستاخ رسول نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح بعض اوقات کلام کے سیاق و سباق کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے کہ سیاق و سباق کو نظر انداز کرنے سے بات کا صحیح مفہوم سامنے نہیں آتا۔ اور اس سلسلے میں عرف کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

والمرجع فیما یسمی سبًا وما لا یسمی سبًا إلى العرف.[26]

ترجمہ: کس بات کو گالی سے تعبیر کیا جائے اور کسے نہیں اس سلسلے میں عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

لوگوں کے کلام کے مفاہیم میں عرف اور سیاق و سباق کا بڑا دخل ہوتا ہے، اسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے، چنانچہ اس ضمن میں سیرت نبوی ﷺ سے چند مثالیں پیش خدمت ہیں، جن سے یہ واضح ہوگا کہ ہر رویہ یا کلام گستاخی کے زمرے میں نہیں آتا۔ اور ساتھ یہ بھی معلوم ہوگا کہ موجودہ زمانے میں جس غلط روش کو فروغ دیا گیا ہے کہ بغیر تحقیق کے لوگوں کو توہین کا مرتکب قرار دے کر ان کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے، اس مشکل کا حل کیا ہے اور ہم اپنے معاشرے میں اس غلط روش کا سد باب کیسے کر سکتے ہیں۔

عہدِ رسالت کی چند رہنما مثالیں

اگر ہم سیرت کے موضوع کا مطالعہ کریں تو صلحِ حدیبیہ سیرت کا ایک روشن باب ہے جس میں ہمارے لیے بے شمار ایسے نکات ہیں جن سے ہم عصرِ حاضر میں استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس میں ایک اہم اصول جو ہمارے موضوع سے متعلق ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ ۶ھ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تقریباً ۱۴ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمرے کی ادائیگی کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جب مسلمانوں کا یہ قافلہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک مقام جسے حدیبیہ کہا جاتا ہے پر ٹھہرا تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا کہ ان سے بات چیت کریں کہ ہم لڑنے کی غرض سے نہیں فقط عمرہ کی ادائیگی کے لیے آئے ہیں، لہذا چند دن مکہ میں ٹھہر کر واپس مدینہ جائیں گے۔ مگر قریشِ مکہ مسلمانوں کے مکہ میں داخل ہونے میں مزاحم ہوئے اور اس سے یک سر انکار کر دیا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جھوٹی خبر بھی پھیل گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کے لیے ۱۴ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی جسے قرآن کریم نے بیعتِ رضوان قرار دیا۔ پھر معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر درست نہیں ہے۔ اس کے بعد مختلف وفود کا تبادلہ ہوا، مگر قریشِ مکہ نے انکار کیا اور اگلے سال کے لیے مسلمانوں کو عمرہ کرنے کے لیے رضامندی ظاہر کی۔ قریش مکہ کی یہ ہٹ دھرمی دیکھی تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جو تاریخ میں صلحِ حدیبیہ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ بظاہر یہ صلح قریش کے حق میں تھی مگر اس کے باوجود قرآنِ کریم نے اسے فتحِ مبین قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد محض دو سال کے اندر مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ چونکہ عمرہ کیے بغیر مسلمانوں کی مدینہ واپسی نے صدمے کی کیفیت پیدا کی تھی، کیونکہ یہ ایسا موقع تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قریش کے خلاف لڑنے پر آمادہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے معاہدہ تحریر کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ جب معاہدہ لکھنے کا آغاز کیا تو شروع میں لکھا: یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور قریش مکہ کے درمیان ہے۔ جب یہ کلمات لکھے تو قریش نے اعتراض کیا کہ محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبد اللہ لکھیں، کیونکہ ہم اگر محمد کو اللہ کا رسول مانتے تو اختلاف کیوں کرتے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ایسا ہی لکھیں جو یہ کہتے ہیں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ کیسے مٹا سکتا ہوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انکار کے بعد حضور اکرم ﷺ نے خود اسے مٹا دیا۔ اب ظاہری الفاظ کو دیکھ کر یہاں کوئی سوال کر لے کہ معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی اور گستاخی کی۔ حالانکہ اس پر کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملامت نہیں کیا، کیونکہ سیاق و سباق سے واضح تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرطِ جذبات میں یہ سب کچھ کر رہے ہیں نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی میں۔ پھر جب صلح نامہ لکھا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بہت غصے میں تھے اور بار بار دریافت کر رہے تھے کہ جب ہم حق پر ہیں تو ہم کیوں کمزور شرائط پر صلح کریں۔ انھوں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ اور کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور ہم حق پر ہیں۔ اس وقت کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اشکال وارد نہیں کیا کہ معاذ اللہ آپ اللہ کے رسول کی گستاخی کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ واضح تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدا نخواستہ حضور اکرم ﷺ کی رسالت اور اسلام کی حقانیت میں کوئی شک نہیں تھا، بلکہ یہ محض غیرتِ ایمانی کا اظہار تھا۔ اس طرح صلح کے بعد حضور اکرم ﷺ نے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حلق کرنے اور قربانی کے جانور ذبح کرنے کا حکم دیا، مگر

[26] ۔ تقی الدین، علی بن عبد الکافی السبکی (متوفیٰ: ۷۵۶ھ) السیف المسلول علی من سب الرسول، ص:۴۱۶، عمان، دار الفتح، الطبعة الأولى: 1421 هـ 2000 م

کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں تشریف لائے اور مسلمانوں کے اس رویے کا ذکر کیا۔ اُم المؤمنین نے جواب میں کہا کہ یہ سب آپ پر جان نچھاور کرنے کے لیے یہاں آئے ہیں، چونکہ اس وقت یہ دل گرفتہ ہیں، اس لیے آپ خود سے حلق کا آغاز کریں اور قربانی کریں تو یہ سب آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب حضور اکرم ﷺ نے اپنے آپ سے آغاز کیا تو سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھ گئے اور حلق کرنے کے بعد قربانی کے جانور ذبح کیے۔ لہذا اس وقت کسی نے یہ نہیں کہا کہ معاذ اللہ یہ سب گستاخ ہیں۔ لہذا یہاں ہمیں سبق ملتا ہے کہ ہمیں ہر بات کو سیاق وسباق میں دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ کوئی بھی بات کو بغیر سیاق وسباق کے پیش کرنا اور پھر اس پر فیصلہ سنانا انتہائی غیر ذمے دارانہ فعل ہے۔

اگر ہم سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کریں تو ایک مثال ہمارے سامنے یہ بھی آتی ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک غلام تھا، جس کا نام مغیث تھا، اسی طرح ایک باندی تھی جس کا نام بریرہ تھا۔ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کا آپس میں نکاح کر دیا تھا۔ پھر ایک موقعے پر دونوں کو آزاد کر دیا۔ چونکہ اسلام کا واضح ضابطہ ہے کہ باندی کو جب آزاد کیا جائے تو اسے خیارِ عتق ملتا ہے، یعنی اگر باندی کا نکاح اس کے آقا نے کسی شخص سے کر دیا ہو تو آزادی ملنے کے بعد اسے یہ اختیار ملتا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے نکاح بر قرار رکھنا چاہے یا نکاح ختم کرے۔ لہذا جب حضرت مغیث رضی اللہ عنہ یا اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس پر حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو بہت صدمہ پہنچا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بر قرار رکھنے کی سفارش کی جسے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے قبول نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ: مُغِيثٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ خَلْفَهَا يَبْكِي وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَبَّاسٍ: يَا عَبَّاسُ! أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيرَةَ مُغِيثًا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ رَاجَعْتِهِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: إِنَّمَا أَنَا أَشْفَعُ، قَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ » .[27]

ترجمہ: بریرہ کے شوہر غلام تھے اور ان کا نام مغیث تھا۔ گویا میں اس وقت اس کو دیکھ رہا ہوں جب وہ بریرہ کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے پھر رہے تھے اور آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھی تر ہو رہی تھی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا: عباس! کیا آپ کو مغیث کی بریرہ سے محبت اور بریرہ کی مغیث سے نفرت پر حیرت نہیں ہوتی؟ پھر نبی کریم ﷺ نے بریرہ سے فرمایا کہ اگر تم مغیث کے متعلق اپنا فیصلہ بدل دے تو بہتر ہو گا۔ چنانچہ بریرہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اس کا حکم فرما رہے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔ اس پر بریرہ نے کہا کہ مجھے مغیث کے پاس رہنے کی خواہش نہیں ہے۔

اس واقعے سے جہاں احکامِ شریعت میں فرقِ مراتب کا پتا چلتا ہے وہاں اس بات کا بھی پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سفارش قبول نہ کرنے پر دیگر صحابہ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے کوئی تعرض نہیں کیا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ دوسری طرف اس سے یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سیرتِ طیبہ میں اعتدال و توسط کی ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں جو آج بھی ہمارے لیے صحیح راستے کے تعین میں مددگار ہیں۔

توہینِ رسالت کے الزامات: حساسیت اور احتیاط پر مبنی رویہ

اس میں شک نہیں ہے کہ توہینِ رسالت ایک سنگین جرم ہے، یہ کسی ایک فرد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ پورے مسلمان معاشرے کے خلاف بغاوت ہے۔ اس کا سد باب ریاست کی اہم ذمے داریوں میں شامل ہے، ریاست کی ذمے داری ہے کہ وہ آئین کے مطابق مجرموں کو سزا دے۔ دوسری طرف یہ مسئلہ انتہائی حساس نوعیت کا ہے، علما، دینی سکالرز اور اساتذہ کی ذمے داری ہے کہ وہ اس ضمن میں عوام کی دینی رہنمائی کریں اور انھیں سمجھائیں کہ اس اہم مسئلے میں وہ جذبات سے کام لینے کے بجائے عقل وشعور کا مظاہرہ کریں۔ آئے دن بے ہنگم ہجوم کے ہاتھوں بے گناہ لوگ توہین کے نام پر قتل ہو رہے اور پتا نہیں چلتا کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ وہ لوگ جو اپنی زندگی میں پانچ وقتہ نماز باقاعدگی کے ساتھ ادا نہیں کرتے وہ ان معاملات میں سب سے آگے ہوتے ہیں۔ کہیں کوئی نعرہ لگتا ہے تو یہ سب جمع ہو جاتے ہیں گھروں کا گھیراؤ کرتے ہیں اور خود جرم کا الزام لگاتے ہیں اور پھر خود جج بن کر فیصلہ بھی سناتے ہیں اور پھر خود کارروائی کرتے ہیں۔ یہ صورت حال بھی ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ ایک اور بات جو زیادہ خطرناک رجحان کی نشاندہی کرتی ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے عقائد یا مخصوص مسلکی نظریات کی مخالفت کو توہینِ رسالت سے جوڑ دیتے ہیں اور مخالفین کے خلاف میدان میں اتر آتے ہیں۔ یہ ساری صورتیں توہینِ رسالت کی سزا کے قانون کے غلط استعمال کے زمرے میں

---

[27] ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ الجعفی (متوفیٰ: ۲۵۶ھ) الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه: صحيح البخاري: ۵۲۸۳، بیروت، دار طوق النجاة، الطبعۃ الاولی: 1422ھ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2
2024

آتی ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں اس ضمن میں واضح کوتاہیاں سامنے آرہی ہیں کہ بغیر کسی واضح ثبوت کے لوگوں کو توہینِ رسالت کا مرتکب ٹھہرایا جاتا ہے اور پھر بغیر کسی قانونی کارروائی کے ازخود سزا دی جاتی ہے۔ بہرحال ہمیں یہ ساری چیزیں دیکھنے کی ضرورت ہے، اور ہمیں عوام کو سمجھانا چاہیے کہ بغیر کسی ثبوت کے کسی انسان پر خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم توہینِ رسالت کا الزام لگانا انتہائی سنگین جرم ہے۔ لہذا ہمیں عصرِ حاضر میں سیرت کے اس پہلو کا مطالعہ کرنا ہوگا تاکہ ہم پر واضح ہو سکے کہ ہمارے جذبات کہیں احکامِ شریعت پر غالب تو نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سیرتِ طیبہ سے رہنمائی لینے کی توفیق عطا فرمائیں

کتابیات:

1) ابویوسف، امام، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب، انصاری (متوفیٰ:۱۸۲ھ) الخراج، المکتبۃ الأزھریۃ للتراث

2) ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال شیبانی (متوفیٰ:241ھ) مسند احمد، قاہرہ، دار الحدیث، طبع اول:1416ھ۔1995م

3) بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ الجعفی (متوفیٰ:۲۵۶ھ) الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ: صحیح البخاري، بیروت، دار طوق النجاۃ، طبع اول:1422ھ

4) طحاوی، ابوجعفر، احمد بن محمد، امام (متوفیٰ:321ھ) مختصر الطحاوي، مصر، دار الکتب العربی:1270ھ

5) ابوعلی الہاشمی، محمد بن احمد بن ابی موسی الشریف، البغدادی (متوفیٰ:428ھ) الإرشاد إلی سبیل الرشاد، مؤسسۃ الرسالۃ، طبع اول:1419ھ۔1998م

6) غزالی، ابوحامد، محمد بن محمد طوسی (متوفیٰ:505ھ) الوسیط في المذھب، قاہرہ، دار السلام، طبع اول:1417ھ

7) قاضی عیاض، ابوالفضل بن موسیٰ الیحصبی (متوفیٰ:544ھ) الشفا بتعریف حقوق المصطفی، بیروت، دار الفکر:1409ھ۔1988م

8) ابوالحسین یحی بن ابوالخیر بن سالم یمنی شافعی (متوفیٰ:558ھ) البیان في مذھب الإمام الشافعي، جدہ، دار المنہاج، طبع اول:1421ھ۔2000م

9) الکاسانی، علاء الدین، ابوبکر بن مسعود بن احمد الحنفی (متوفیٰ:587ھ) بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الثانیۃ:1406ھ۔1986م

10) ابن تیمیہ، تقی الدین، ابوالعباس، حرانی، حنبلی (متوفیٰ:۷۲۸ھ) مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، سعودی عربیہ، مجمع الملک فھد لطباعۃ المصحف الشریف:1416ھ۔1995م

11) ابن تیمیہ، تقی الدین، ابوالعباس، حرانی، حنبلی الصارم المسلول علی شاتم الرسول، سعودی عربیہ، الحرس الوطنی السعودی

12) تقی الدین، علی بن عبدالکافی السبکی (متوفیٰ:۷۵۶ھ) السیف المسلول علی من سب الرسول، عمان، دار الفتح، طبع اول:1421ھ۔2000م

13) بزازی، محمد بن محمد بن شہاب، علامہ (متوفیٰ:827ھ) الفتاوی البزازیۃ: الجامع الوجیز في مذھب الإمام الأعظم أبي حنیفۃ النعمان، بیروت، دار الکتب العلمیہ:2009م

14) ابن عابدین شامی، علامہ، (متوفیٰ: ۱۲۵۲ھ) کتاب تنبیہ الولاۃ والحکام علی أحکام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابہ الکرام علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام، قاہرہ، دار الآثار، ۲۰۰۷م، ۱۴۲۸ھ

15) البکری، ابوبکر، عثمان بن محمد شطا، الدمیاطی الشافعی (متوفیٰ:1310ھ) إعانۃ الطالبین علی حل ألفاظ فتح المعین، بیروت، دار الفکر، طبع اول:1418ھ۔1997م

16) CHAPTER XV[OF OFFENCES RELATING TO RELIGION]-THE PAKISTAN PENAL CODE